میر مہدی مجروحؔ بطور شاعر

ڈاکٹر شائستہ حمید*

Abstract:

Meer Mehdi Majrooh is known in our literary circles as Ghalib's close friend whom he (Ghalib) wrote letters those show their closeness. But this article introduces him as a poet. It reflects the literary aesthetics of Mir Mehdi Majrooh poetry.

میر مہدی مجروح اردو کے شاعر و ادیب تھے۔جوش مزاج نیک خیالات اور اعلیٰ اخلاق کے حامل انسان تھے ساری عمر غزل کہنے اور شعر گوئی میں گزار دی۔اعلیٰ شاعری ورثے میں پائی تھی اور اسی وجہ سے فطری شاعر تھے اور غمگین شاعری کثرت سے کرتے تھے۔

میر مہدی مجروحؔ میر حسن فگار کے بیٹے تھے دہلی کے رہنے والے تھے۔مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کے بے حد محبوب اور عزیز ترین شاگرد تھے۔۱۸۳۳ء میں پیدا ہوئے جب شاہی زمانے کے اردو بازار میں جسے انگریزوں نے ۱۸۵۷ء کے بعد مسمار کر دیا تھا ان ہنگاموں کی وجہ سے پانی پت چلے گئے اور یہاں غالب کے شاگرد خواجہ الطاف حسین حالی کی محلّہ انصار میں سکونت تھی انہی سے دوستی کی وجہ سے یہی مقیم ہوگے اور پھر پانچ سال بعد دہلی واپس چلے گئے۔فکر معاش میں کبھی مہاراجہ شیو دھیان سنگھ کے دربار سے وابستہ ہوئے تو کبھی رام سنگھ مہاراجہ جے پور نے دستگیری کی اور ان کے بعد قسمت نے یاوری کی اور نواب حامد علی خان کے دربار کے وابستہ ہوئے اور آخری ایام آرام سے بسر ہوئے اور ۱۵ر مئی ۱۹۰۳ء کو وفات پا گئے۔

میر مہدی مجروحؔ کے والد میر حسن فگار نے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو میں شعر کہنے شروع کیے۔میر مہدی

* شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

مجروحؔ کے وقت میں تو اردو کا چرچا ہر طرف ہو چکا تھا اور فارسی اردو کے لیے جگہ خالی کر رہی تھی اور اردو رواج پانے لگی تھی اور میر مہدی مجروحؔ کے خاندان کے اکثر افراد اعلیٰ درجے کے ادیب شاعر اور بلند پایہ انشا پرداز تھے۔ شعرو ادب کا ذوق مجروحؔ کو ورثے میں ملا تھا۔ میری مہدی مجروح نے اپنا بچپن اور جوانی کا زمانہ کس ماحول میں گزرا؟ اور اس وقت کی ادبی فضا کیا تھی مجروحؔ نے کیا اثر قبول کیا اس کی نہایت ہی خوبصورت تفصیل فرحت جہاں نپوری نے اپنے مضمون میں دی ہے۔

> ''مجروح نے ہوش سنبھالا تو اس وقت دہلی کا ہر گھر گہوارہ شعر وسخن تھا۔ کوچہ کوچہ میں علم و فضل کی شمعیں روشن تھیں۔ بڑے بڑے کہنہ مشق اور نامی گرامی شعراء موجود تھے۔ مولانا امام بخش صہبائی، علامہ عبداللہ خان علوی، مولوی صدرالدین خان آرزو، مرزا اسد اللہ خان غالب، نواب ضیاء الدین نیر، شاہ نصیر الدین، شیخ ابراہیم ذوقؔ، مومن خان مومنؔ، میر حسین تسکینؔ، اور کتنے ہی دوسرے سخنوران باکمال محفل شعر کی رونق تھے۔ ان کے نتائج فکر سے مشاعروں میں ادب وزندگی اور خوش طبع زندہ دلی کے آثار نمایاں تھے۔ بزم آرائیاں ہوئی تھیں طرح طرح کے مشاعرے منعقد ہوتے تھے۔ اساتذہ اپنے اپنے تلامذہ کے جلو میں صف آرا ہوتے تھے۔ استاد اپنا اعجاز فن دکھاتے اور شاگرد اپنا رنگ کلام جماتے تھے۔ مفتی صدرالدین آرزوؔ اور نواب مصطفیٰ خان شیفتہؔ کے یہاں پر ہر ہفتے باری باری مشاعرہ ہوتا تھا جن سے اہل ذوق سراب ہوتے تھے ادھر دہلی کا آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر شعر وسخن کا والی وشیدا تھا۔ اپنی ولی عہدی کے زمانے ہی سے استاد ذوقؔ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر چکا تھا۔ قلعہ معلیٰ میں بزم شعر منعقد ہوتی تھی جس میں شعرا اپنا اپنا کلام سناتے مطلع اور مصرع فی البدیہہ کہا جاتا۔ ہر شام مطلع پر مطلع کہا اور مصرع پر مصرع لگا کر جوہرِ طبع دکھاتا۔ ظفر جب بہادر شاہ کے لقب سے اورنگ دہلی پر متمکن ہوئے تو استاد ذوقؔ کی قدر اور منزلت قلعہ معلیٰ کی اندرونی فضا میں دو چند ہوگئی۔''(۱)

ادبی ماحول ادبی خاندان نے مہدی مجروحؔ کی طبیعت پر عجیب وغریب اثر ڈالا۔ خود ان کی جبلت اور فطرت بھی اس کی طرف مائل تھی مشاعروں اور ادبی محفلوں میں مجروحؔ شریک ہونے لگے۔ پھر آپ مولانا الطاف حسین حالؔی سے پانی پت میں ملے اور پھر حالؔی کے ہاں پانچ سال قیام کیا شعر وسخن جاری رکھا۔ بذریعہ ڈاک غالب سے اپنی غزلیات کی اصلاح کرواتے۔ چنانچہ ''دیوان مجروحؔ'' میں بیشتر غزلیات پانی پت ہی کی کہی ہوئی ہیں۔

۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۲ء تک مرزا غالب نے جو خطوط اپنے عزیز ترین شاگرد مجروحؔ کو لکھ کر پانی پت بذریعہ ڈاک بھیجے وہ بہت ہی پر لطف اور معلومات افزاء ہیں۔ جہاں لطافت برجستگی فقروں کی بندش دلچسپی ان خطوط میں پائی

جا ی ہے وہاں ان اہم اور تاریخی خطوط سے میر مہدی مجروحؔ کے نجی حالات سے بھی پردہ اٹھتا ہے دہلی کی بربادی، تباہی انگریزوں کا ظلم وستم، عبرتناکیاں سب غالبؔ اور مجروحؔ کے خطوط سے عیاں ہوتا ہے۔ پھر میر مہدی مجروحؔ بھی بے فکری کی زندگی گزار رہے تھے شعر وشاعری میں محو تھے کہ اچانک دہلی پر قیامت ٹوٹ پڑی اور شعر وشاعری کی محفلوں کے ساتھ ساتھ پوری دہلی اجڑ گئی۔ اس مصیبت وقیامت کا نام انگریزوں نے غدر اور بغاوت رکھا اور پھر جنگ آزادی کہا گیا انہی حالات کی وجہ سے مجروح کو وطن عزیز چھوڑنا پڑا اور وہ دہلی سے نکل کھڑے ہوئے اپنے عزیز واقارب کے ساتھ پانچ برس میری مہدی مجروح غریب الوطنی کی صعوبت برداشت کر کے آخر واپس دہلی آ گئے مگر پھر روزگار کے مسائل سامنے آ گئے اور آپ مع اہل وعیال الور روانہ ہو گئے ۱۸۷۰ء میں انگریز حکومت کے الور کے راجہ شیو دھیان سنگھ کو معزول کر دیا اور اس کے سارے اختیارات چھین لیے راجہ یہ صدمہ برداشت نہ کر پایا اور وفات پا گیا۔ راجہ کی وفات کے بعد الور میں مجروحؔ کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہیں تھا سو مجروحؔ جے پور آ گئے آغا طاہر لکھتے ہیں:

> ''الور کی ملازمت چھوٹ جانے کے بعد مجروحؔ ریاست جے پور چلے گئے اور وہاں کچھ دن بسر کیے باوجود تلاش کے یہ پتہ نہیں چل سکا کہ مجروحؔ الور سے نکلنے کے بعد ریاست جے پور میں کتنا عرصہ اور کب تک مقیم رہے۔'' **(۲)**

میر مہدی مجروح نے زندگی کا کچھ عرصہ ریاست رام پور میں بھی بسر کیا اور پھر وطن واپس چلے آئے آخری عمر امراض کی کثرت بصارت کی عدم موجودگی، مالی وسائل کی کمی میں تمام ہوگی اور ۱۵رمئی ۱۹۰۳ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ مجروحؔ کو درگاہ قدم شریف کے صدر دروازے کے باہر فصیل سے متصل ان کو دفن کر دیا۔

میر مہدی مجروح ایک شریف النفس صابر وشاکر انسان تھے جذبہ تسلیم ورضا سے سرشار تھے حمدیں نعتیں اور منقبتیں لکھیں۔ نہایت خوش فکر انسان تھے اور غالب کی محبت نے مجروحؔ کی شگفتہ مزاجی کو مزید جلا بخشی۔

میر مہدی مجروح کی شدید خواہش تھی کہ ان کا دیوان شائع ہو۔ مگر حالات اور عمر نے مہلت نہ دی اور ان کو ان کی یہ خواہش ادھوری رہ جانے کا احساس ہونے لگا مگر میرن صاحب جو مجروح کے بہت عزیز دوست تھے انہوں نے ان کی مدد کا وعدہ کیا اسی دوران مجروح وفات پا گئے مگر میرن صاحب نے اپنا وعدہ نبھاتے ہوئے ۱۸۹۹ء میں میر مہدی مجروح کا دیوان ''مظہر معانی'' نے نام سے سرفراز پریس دہلی سے شائع کروایا اور پھر مظہر معانی کو ریاض احمد نے مرتب کر کے مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع کیا۔ ''مظہر معانی'' میں ۲۰۷ غزلیات ۶ مخمسات ۲ ترجیع بند، ۳۲ رباعیات اور متفرق قطعات شامل ہیں۔ جن میں تاریخ دیوان غالب کا قطعہ اور قطعہ تاریخ وفات غالب بھی شامل ہے۔

میر مہدی مجروح کی شاعری میں لطافت طرحداری پرسوزی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی ان کی شاعری خوشبو کی شاعری بن گئی تھی اس میں وہ لمسی اور حسی کیفیت واحساس جو مصحفیؔ اور حسرتؔ کے یہاں ملتا ہے وہ مجروحؔ کے ہاں بھی

درآیا ہے مولانا ابوالحسن ضروری لکھتے ہیں:

''مجروح نے بھی ایک عظیم فنکار کی طرح مخصوص انداز میں عوام کے دلوں کی دھڑکن کو پیش کیا ہے اور رمزیت میں خارجی حقیقتوں کو سمودیا ہے۔''(۴)

میر مہدی مجروح نے بھی جو اپنی آنکھوں سے دیکھا محسوس کیا اس احساس کو اپنی شاعری میں سمودیا مجروح کی فکر رساتھی وہ ایک تہذیب کو مٹتے دیکھ رہے تھے اور ایسی تہذیب کو سامنے آتے بنتے دیکھ رہے تھے جو بے بنیاد رسم و رواج اور مذہبی بدعات پر تھی سوا داس اور غمگین ہو جاتے۔

؎ اپنی کشتی کا ہے خدا حافظ
پیچھے طوفان ہے سامنے گرداب

میر مہدی مجروح کی شاعری تاریخی و سیاسی حالات کی ترجمان ہی نہیں بلکہ اس عہد کے مذہبی محرکات، واقعات عذر انسانیت سوز رویے، ان کی شاعری میں ملتے ہیں۔

؎ ذکر بربادی دہلی کا سنا کر ہمدم تیشہ زخم کہن پر نہ لگانا ہر گز
آب رفتہ نہیں پھر بحر میں پھر نہ آتا دہلی آباد ہو یہ دھیان نہ لانا ہر گز
وہ تو باقی ہی نہیں جن سے کہ دہلی تھی مراد دھوکہ اب نام پر دہلی کے نہ کھانا ہر گز (۴)

مجروؔح کو دہلی چھوڑنے کا بھی بہت غم تھا ان کے اشعار سے بھی دہلی کی یاد جس قدر ان کو تڑپاتی تھی وہ سمجھ میں آتا ہے مرزا غالب کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

''مرنے میں اور دہلی سے نکلنے میں فرق ہے کہ بعد مرنے کے جسد دنیا میں رہتا ہے اور روح منتقل ہو جاتی ہے اور دلی سے نکلنے میں روح وہاں رہتی ہے اور جسد اور جگہ منتقل ہو جاتا ہے۔''(۵)

میر مہدی مجروؔح سے غالبؔ کی وفات پر ان کا مرثیہ رقم کیا جس کا ایک ایک لفظ مجروؔح کی غالبؔ سے عقیدت کی شہادت دیتا ہے اور مجروؔح کے زورِ کلام اور قوت بیان کا بھی اعلیٰ نمونہ ہے مجروؔح نے اپنے استاد کی قبر کے لوح مزار پر کنندہ کرانے کے لیے ایک قطعہ تاریخ بھی کیا جو یہ ہے۔

؎ کل حسرت و افسوس میں بادلِ محزون تھا نہ بت استاد پہ بیٹھا ہوا غمناک
دیکھا جو مجھے فکر میں تاریخ کی مجروؔح ھاتف نے کہا گنج ہائے معانی ہے خاک (۶)

مرثیہ غالب:

؎ کیوں نہ ویراں ہو دیار سخن مر گیا آج تاجدار سخن

بلبل خوش ترانہ معنے گل رنگیں و خاکسار سخن
نخل بند حدیقہ مضمون تازگی بخش لالہ زار سخن
عرصہ نظم کیوں نہ ہو ویراں ہے عنان کش وہ شہسوار سخن
کیوں نہ حرفوں کا ہو لباس سیاہ ہے غم مرگ شیریار سخن
رشک عرفی و فخر طالب مرد اسد اللہ خان غالب مرد (۷)

میر مہدی مجروحؔ نے رب قدیر کی حمد وثنا میں عبدیت کا حق ادا کر دیا۔ ان کے حمدیہ اشعار میں احسان مندی اور نیاز آگہی کی وہ فضا ہے جو ایمان کو تقویت بخشتی ہے۔

ے
مجھے درپیش ہے توصیف وحدت مرکب سے کروں اس کو رقم کیا
حیات اپنی ہے وابستہ نفس سے عطائے خاص ہے یہ دمبدم کیا (۸)

نعت گوئی ایک مشکل فن ہے مجروحؔ اس مشکل سے بخوبی آگاہ تھے دیوان مجروح میں ۲۱ نعتیں بھی شامل ہیں۔

ے
ثنا یہ ہو کس طرح لب معجز نما کے ساتھ
حضرت کو کچھ لگاؤ نہ تھا ماسوا کے ساتھ (۹)

میر مہدی مجروح کی شاعری میں شب ہجراں سے زیادہ اشعار مسائل حیات اور اخلاقیات پر ہے۔ اسی طرح انہوں نے غزل سے انسان کی اخلاقی زندگی اور معاشرہ کی اصلاح کا کام لے کر اپنے عہد کی شاعری بالخصو غزل کی آبروز رکھ لی۔ فقر اور سادگی مجروحؔ کی شاعری کا خاصا ہے۔ مجروحؔ عشق کی کیفیات کو بھی نہایت خوبصورتی میں بیان کرتے ہیں۔

ے
شب ہجر میں آنکھ لگنے نہ دی
وہ پھرتے رہے چشم بیدار میں (۱۰)

عشق کی نوعیت مجروح کے ہاں کچھ ایسی ہوتی ہے۔

ے
جب لیے بوسے بے شمار لیے
کتنا ہی وہ کہا کیے بس بس (۱۱)

عشق کو وہ ایک موضوع سمجھتے ہیں جو بھی پرانا نہیں ہوتا وہ عشق کا اظہار گہرائی میں جا کر کرتے ہیں:

ے
عشق ہے ایک مگر آفت نو ہے ہر دم
یہ وہ مضمون ہے کہ ہوگا نہ پرانا ہرگز (۱۲)

پھر ایک جگہ کہتے ہیں۔

پوچھ مجروح سے نکات اس کے
طاق یہ عاشقی کے فن میں ہے

مجروحؔ کی شاعری غالب کے مزاج سے لگاؤ نہیں کھاتی۔مگر عشق عاشقی کی وہی روایت جو مومنؔ، غالبؔ، میرؔ، ذوقؔ کی ہے اس پر مجروحؔ چلے اور اس کو آگے بڑھایا مجروحؔ اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ان کا کلام آج کل کے شعرا کی طرح صرف موضوع ہی نہیں بلکہ اس میں شاعری بھی ہے۔ان کے اشعار میں شوخی ظرافت، لطف زبان کی خصوصیت بھی ہے۔مرزا غالبؔ کو بھی اپنے شاگرد پر ناز تھا۔اردو معلیٰ میں جا بجا ان کے نام سے خطوط دکھائی دیتے کیا۔ میں مجروحؔ کی شاعری پراثر تھی وہ اپنے دور کے حالات کے ساتھ ساتھ محبوب کے ناز و نخرے کو بھی بیان کرتی اور قاری کی طبیعت پر فوری اثر کرتی تھی۔

ہم جانتے ہیں کام یہ بانکی ادا کے ہیں
تلوار سے تو آپ نے مارا نہیں مجھے

حواشی

۱۔ رسالہ صحیفہ، لاہور، شمارہ نمبر ۹ ص ۱۹۵، ۱۹۶
۲۔ آغا طاہر، مرتبہ، ''مظہر معانی دیوان مجروح'' لاہور مطبوعہ ۱۹۲۴ء
۳۔ ابوالحسن ندوی، مولانا، سیرت سید احمد شہید، لاہور، ص ۲۸، ۲۹
۴۔ آغا طاہر، مظہر معانی، دیوان مجروح، ص ۱۱۱
۵۔ ابوالحسن ندوی، مولانا، سیرت سید احمد شہید، ص ۳۰
۶۔ غلام رسول مہر، مولانا، غالب، ص ۳۳۸
۷۔ ایضاً، ص ۳۳۹
۸۔ آغا طاہر ''مظہر معانی، دیوان مجروح، ص ۲۲
۹۔ ایضاً، ص ۲۵
۱۰۔ ایضاً، ص ۴۴
۱۱۔ ایضاً، ص ۴۵
۱۲۔ ایضاً، ص ۴۵